P. O. REG. No. A 922

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڈھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنے

سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۱۰ | یکم نومبر سنہ ۱۹۵۱ء | ایڈیٹر۔ قاضی عبدالغفار | ۳۰ محرم الحرام ۱۳۷۱ ھجری | نمبر ۴۵

کچھ اپنی باتیں

موج معنی ہوئی گم
بندھ گئے الفاظ کے پل

جو کچھ اتر پردیش کی اسمبلی میں کہا گیا اس میں سب سے زیادہ قابل توجہ وزیر تعلیم اور وزیر اعظم کے فرمودات ہیں۔ وزیر تعلیم نے فرمایا کہ:۔

> اب یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہندی اس ریاست کے باشندوں کی زبان ہے

اس دعوے کی سند میں موصوف نے ھائی اسکول اور انٹرمیڈیٹ کے امتحانات میں ھندی اور اردو پڑھنے والے طلباء اور ھندی اور اردو میں شایع ہونے والی کتابوں کے کچھہ اعداد پیش کئے۔ لیکن انہوں نے یہہ بھی فرمایا کہ

> اس مسودہ قانون کے پیش کرنے کا یہہ مقصد نہیں ہے کہ اردو یا کسی دوسری زبان کی ترقی کو روکا جائے عدالتوں میں اردو کی درخواستیں بدستور قبول کی جائینگی

مباحثہ کا جواب دیتے ہوئے اور اس مطالبہ کو کہ اترپردیش میں اردو کو علاقائی زبان تسلیم کیا جائے وزیر تعلیم نے فرمایا کہ:۔

> یو۔پی کا کوئی علاقہ بھی ایسا نہیں جہاں اردو بولی جاتی ہو۔ اردو تو صرف ھندی کی ایک دوسری شکل ہے .... اردو تو ھندستان کے کسی حصہ کی بھی علاقائی زبان نہیں ہے.... ...... اردو کو علاقائی زبان تسلیم کرنے کا تو کوئی سوال پیدا ھی نہیں ہوتا

ملک کے دستور کی فہرست میں اردو کے نام کے اندراج کا ذکر ہوتے ہوئے وزیر تعلیم نے فرمایا کہ انہیں معلوم نہیں کہ:۔

> ایسا کیوں کیا گیا یہہ تو صرف دستور بنانے والے ہی بتا سکتے ہیں

پھر انہوں نے اردو والوں کے لئے اس رعایت

پر زور دیا کہ بہر حال عدالتوں اور دوسرے دفتروں میں تو عوام کو اردو زبان استعمال کرنے کی اجازت ہوگی۔

> اور ان لوگوں کی راہ میں کوئی دشواری پیدا نہ کی جائیگی جو اردو زبان استعمال کرنا چاہتے ہیں۔

جہاں تک اردو والوں کے لئے کسی "رعایت" کا تعلق ہے وزیر تعلیم اور وزیر اعظم کے وعدوں کی حقیقت اسکے سوا کچھہ نہیں ہے کہ دستور کی دفعہ ۳۵۰ میں ہر شخص کو یہہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ "یونین یا کسی ریاست کسی افسر یا ادھیکاری کو اپنی شکایتی درخواست کسی ایسی زبان میں پیش کرسکے گا جو یونین یا ریاست میں استعمال ہوتی ہو" یہہ ایک محدود دستوری حق ہے جو ملک کے ہر شہری کو ہر ریاست میں حاصل ہے۔ اترپردیش میں اس کا اس طرح ذکر کرنا کہ گویا یہہ ایک خاص رعایت ہے جو اردو زبان کے لئے اس ریاست کے حاکموں نے ملحوظ رکھی ہے ایک مغالطہ ہے۔ یہہ نہ تو اترپردیش کی حکومت کے مسلک کا کوئی جزو ہے اور نہ اس سے یہہ ثابت ہوتا ہے کہ اس حکومت نے اردو زبان کے لئے کوئی آسانی پیدا کی ہے۔

جہاں تک وزیر تعلیم کے اس دعوےٰ کا تعلق ہے کہ اترپردیش میں اردو زبان کسی علاقے کی علاقائی زبان نہیں ہے اسکی کمزوری خود اس بات سے ظاہر ہوتی ہے کہ موصوف ساتھہ ہی ساتھہ یہہ بھی فرماتے جاتے ہیں کہ اردو زبان تو ہندی ہی کی ایک دوسری شکل ہے، ہندی سے الگ کوئی چیز نہیں ہے۔ اسی کے ساتھہ یہہ دعوے بھی ہے کہ یوپی کا کوئی علاقہ ایسا نہیں جہاں اردو بولی جاتی ہو۔ بیان میں یہہ تضاد ایک قسم کی گھبراہٹ ظاہر کرتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے وزیر تعلیم ابھی تک اپنے ذہن میں یہہ بات طے ہی نہیں کرسکے ہیں کہ اردو اور ہندی میں فرق کیا ہے۔ اگر اردو ہندی ہی کی ایک شکل ہے تو پھر یہہ کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ وہ اترپردیش کے کسی علاقہ میں نہیں بولی جاتی۔ حقیقت یہہ ہے کہ اترپردیش کی حکومت کے اس انتشار خیالی کو رفع کرنے کے لئے اب اردو والوں کو کوئی فیصلہ کن سند پیش کرنی ہوگی۔

مثال کے طور پر ایک سند حال ہی میں وزیر تعلیم کے روبرو انجمن ترقی اردو کے ایک وفد نے پیش کی تھی۔ یہہ ایک محضر تھا جس پر ان بچوں کے ۱۰ ہزار سرپرستوں کے دستخط تھے جو اردو کی تعلیم کے وسایل سے محروم کردیے گئے ہیں۔ یہہ محضر صرف شہر لکھنؤ کے چند محلوں کی نمائندگی کرتا تھا۔ اتنی موٹی سی بات کا سمجھنا تو ہمارے فاضل وزیر تعلیم کے لئے مشکل نہ تھا کہ جب لکھنؤ کے چند محلوں میں دس ہزار سے زیادہ ایسے لوگ موجود ہیں جو اردو بولتے ہیں اور اردو کو اپنی مادری زبان ظاہر کرتے ہیں تو سارے اترپردیش میں ایسے لوگوں کی تعداد کیا ہوگی۔ البتہ جب یہہ ارادہ کرلیا جائے کہ کسی بات کا سمجھنا کسی خاص مسلک کے لئے مناسب ہی نہیں ہے تو پھر ایسے دس ہزار محضر بھی وزیر تعلیم کو یہہ تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں کرسکتے کہ اترپردیش کے علاقوں میں لاکھوں ایسے باشندے بھی رہتے ہیں جنکی مادری زبان اردو ہے اور جو اردو بولتے ہیں۔

اب رہا یہہ وعدہ کہ ان لوگوں کی راہ میں کوئی دشواری پیدا نہ کی جائیگی جو اردو زبان استعمال کرنا چاہتے ہیں تو ہمارے وزیر تعلیم کتنی جلد انجمن کے وفد کی ان شکایات کو بھول گئے جنکو رفع کرنے کا انہوں نے وعدہ فرمایا تھا اور جو آج ۶ مہینے کے بعد بھی رفع نہیں ہوئی ہیں۔ جو کچھہ اطلاعیں ہم کو اپنی شاخوں اور دوسرے لوگوں کے ذریعہ سے ملی ہیں انکا ماحصل سکو صرف یہہ

ہے کہ وفد سے جو وعدے کئے گئے انھوں نے ہنوز کوئی عملی صورت اختیار نہیں کی ہے۔ ایسی حالات میں اس وعدے سے مطمئن ہوجانا کہ ان لوگوں کی راہ میں کوئی دشواری پیدا نہ کی جائیگی جو اردو زبان استعمال کرنا چاہتے ہیں ہمارے بس کی بات نہیں۔

اسی کے ساتھ اپنے وعدے کا ثبوت پیش کرنے کے لئے وزیر تعلیم نے جو اعداد پیش فرمائے ہیں وہ نہ صرف یہہ کہ صاف طور پر غلط ہیں بلکہ وزیر تعلیم کے دعوے کی دلیل ہونے کے بجائے خود ہمارے دعوے کی دلیل بن گئے ہیں۔ اگر ان اعداد سے یہہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ ہندی کے مقابلہ میں اردو زبان اس ریاست میں بہت پست ہے تو ۱۹۴۹ء سے ۱۹۵۱ء تک کے اعداد یہہ بات ضرور ظاہر کرتے ہیں کہ تقسیم کے بعد آتر پردیش میں ہندی کو فروغ دینے اور اردو کو گرانے کی جو کوشش شروع کی گئی وہ موثر ثابت ہوئی ہے۔ صحیح بات تو ۱۹۴۹ء کے پہلے کے اعداد سے ظاہر ہوتی جب کسی سرکاری دباو کے بغیر دونوں زبانیں اپنی اپنی جگہ موجود تھیں۔ وہی اعداد صحیح طور پر بتاسکتے تھے کہ اس ریاست میں اردو اور ہندی کا مقام کیا ہے۔ اب جبکہ ہندی کی تائید اور اردو کی مخالفت کی تحریک پوری قوت حاصل کرچکی ہے ان اعداد کو پیش کرکے وزیر تعلیم نے اگر کوئی بات ثابت فرمائی تو وہ صرف یہی ہے کہ اردو کی مخالفت کے محاذ پر ہندی نے اردو کو دبا لیا ہے۔ یہہ تو ہر شخص تسلیم کرتا ہے کہ گذشتہ تین چار سال میں اردو زبان کو بہت نقصان پہونچا ہے، اسکے ثابت کرنے کی ضرورت وزیر تعلیم کو نہ تھی، یہہ کام تو ہمارا تھا جسے موصوف نے انجام دیا!!

جہاں تک ان اعداد کا تعلق ہے وزیر تعلیم نے ہائی اسکول اور انٹرمیڈیٹ میں اردو اور ہندی کے طلبا کے جو اعداد پیش فرمائے وہ حسب ذیل ہیں:-

	ہائی اسکول		انٹرمیڈیٹ	
	ہندی	اردو	ہندی	اردو
۱۹۴۹ ع	۲۱۹۰۰	۱۰۹۰۷	۶۲۲۵	۱۲۰۶
۱۹۵۰ ع	۳۲۸۵۴	۴۲۹۰	۹۲۰۷	۱۷۹۳
۱۹۵۱ ع	۷۱۹۰۴	۸۱۰۰	۱۳۸۳۸	۱۳۲۶

ان اعداد کو صحیح مان لیا جائے تب بھی یہہ حقیقت صاف واضح ہوتی ہے کہ ۱۹۴۹ ع سے ۱۹۵۱ ع تک ہندی پڑھنے والے طلبا کی تعداد بڑھتی رہی اور اردو پڑھنے والے طلبا کی تعداد گھٹتی رہی اور یہہ ہندی کی حمایت میں سرکاری اور غیر سرکاری دباو کا نتیجہ ہے۔ ورنہ ۱۹۴۰ ع سے ۱۹۵۱ ع تک کے اعداد دیکھے جائیں تو معلوم ہوگا کہ ۱۹۴۹ ع سے پہلے اردو پڑھنے والے طلبا کی تعداد بہت زیادہ تھی۔

وزیر تعلیم کے پیش کردہ اعداد کے جواب میں جو اعداد پیش کئے گئے ہیں ان سے صاف طور پر سرکاری اعداد کی صحت مشتبہ معلوم ہوتی ہے۔ نواب جمشید علی خاں نے ایوان کے سامنے ۱۹۴۰ سے ۱۹۵۱ تک کے جو اعداد رکھے وہ حسب ذیل ہیں:-

	ہائی اسکول		انٹر میڈیٹ	
	آردو	ہندی	آردو	ہندی
۱۹۳۵ ع	۲۹۷۸	۵۳۲۶	۲۹۷۸	۵۳۲۶
۱۹۳۶ ع	۳۳۵۳	۶۲۰۵	۳۳۹۳	۹۵۹۲
۱۹۳۷ ع	۱۱۳۲۹	۲۲۱۹۲	۳۰۳۱	۷۷۷۳
۱۹۳۸ ع	۱۹۸۳۰	۲۶۷۳۵	۳۹۹۳	۹۱۵۲
۱۹۳۹ ع	۱۳۳۸۳	۲۳۸۵۹	۳۸۶۹	۱۲۷۳۶
۱۹۵۰ ع	۱۳۶۵۲	۵۰۱۸۱	۶۰۰۷۶	۱۷۲۲۹
۱۹۵۱ ع	——	----	۷۳۸۹	۲۵۶۰۳

ہم نے اپنی کسی گذشتہ اشاعت میں آلہ آباد یونیورسٹی کے استاد کپتان ضامن علی کے حوالہ سے جو اعداد پیش کئے تھے وہ بھی کم و بیش ان ہی اعداد کے مطابق ہے۔

ان تمام اعداد کو پیش نظر رکھہ کر ایک نتیجہ تو بہ آسانی نکلا جاسکتا ہے اور وہ یہہ ہے کہ گذشتہ سالوں میں آردو کا اوسط گرتا رہا۔ اور ہندی کا اوسط بڑھتا رہا۔ اگر ۱۹۳۵ ع کے اعداد کو دیکھا جائے تو ہائی اسکول میں آردو اور ہندی پڑھنے والوں کی نسبت تقریباً یکدر ۱ اور ۲ کے تھی۔ سرکاری اعداد کے لحاظ سے بھی ۱۹۳۹ ع تک یہہ نسبت کم و بیش قایم رہی اسکے بعد یہہ نسبت کم ہونے لگی اور وزیر تعلیم سے بہتر کون جان سکتا ہے کہ کیوں کم ہونے لگی!! ان اعداد سے ہمارا یہہ دعوے ثابت ہے کہ آردو کی تعلیم میں رکاوٹیں پیدا کی گئیں۔ یہی اعداد وزیر تعلیم کے اس دعوے کی بھی تردید کرتے ہیں کہ اتر پردیش میں آردو زبان کسی علاقہ کی زبان نہیں ہے۔ خود آن کے پیش کئے ہوئے ۱۹۳۹ کے اعداد ہائی اسکول اور انٹر میڈیٹ کے امتحانوں میں ۱ اور ۲ کی نسبت پیش کرتے ہیں، یعنی ہر ایک ہزار ہندی پڑھنے والے طلبا کے مقابلہ میں ۵۰۰ آردو پڑھنے والے طلبا موجود تھے۔ اس سے زیادہ آردو کے علاقائی زبان ہونے کا کیا ثبوت ہوسکتا ہے۔ یہہ اعداد "قابل لحاظ" تعداد کی شرط کو جو دستور کی دفعہ ۳۴۷ میں قایم کی گئی ہے پورا کرتے ہیں۔ کیا پھر بھی ہمارے وزیر تعلیم کو اس بات پر حیرت ہوگی کہ مجلس دستور ساز نے کیوں آردو کو ۱۴ علاقائی زبانوں کی فہرست میں شامل رکھا۔ بہت افسوسناک یہہ ذہنیت ہے کہ ایک طرف تو زبان کے مسئلہ میں ہمارے نیتاوں نے مہاتما گاندھی کے فیصلے کو مسترد کردیا اور دوسری طرف انہیں یہہ بات بھی گوارا نہیں کہ ملک کے دستور میں اردو زبان کا نام آئے۔ دیکھنا یہہ ہے کہ وہ لوگ جو آج بھی ہر سانس میں مہاتما کے نام کی قسم کہاتے ہیں کہاں سے کہاں پہنچ گئے ہیں۔

کتابوں کی اشاعت کے جو اعداد وزیر تعلیم نے اس غرض سے پیش کئے کہ ہندی زبان کی بڑھتی ہوئی ہر دلعزیزی ثابت کی جائے انکے متعلق بھی ہمارا جواب یہی ہے کہ یہہ سب آس زمانہ کے اعداد ہیں جبکہ اتر پردیش میں ایک معین پالیسی کے تحت آردو کو گرایا جارہا تھا۔ قطع نظر اسکے ہم ان اعداد کی صحت کو بھی تسلیم نہیں کرتے۔ وزیر تعلیم یہہ ظاہر فرماتے ہیں کہ ۱۹۳۶ء سے ۱۹۵۰ء تک آردو کی کتابوں کی تعداد حسب ذیل تھی :-

۱۹۳۶ ع	۳۰
۱۹۳۷ ع	۴۲
۱۹۳۸ ع	۲۱
۱۹۳۹ ع	۲۸
۱۹۵۰ ع	۱۰

ہم پورے وثوق کے ساتھہ کہہ سکتے ہیں کہ

یہہ اعداد صحیح نہیں ہیں۔ سرسری طور پر جو اعداد ہم حاصل کرسکے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۵۰ میں صرف اعظم گڈھ، بجنور، بدایوں، الہ آباد اور بنارس کے چھاپہ خانوں میں سو کتابوں سے زیادہ شائع ہوئیں ان میں لکھنؤ، علی گڈھ، کانپور، اور ایسے متعدد بڑے بڑے مقامات سے شایع ہونے والی کتابیں شامل نہیں ہیں۔ وزیر تعلیم کا بیان یہہ ہے کہ ۱۹۵۰ میں اردو کی صرف ۱۰ کتابیں شایع ہوئیں۔ حالانکہ ہمارے سامنے جو اعداد ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف بجنور اور بدایوں میں جو کتابیں شایع ہوئیں انکی تعداد بھی ۱۰ سے زیادہ ہے۔ اور تنہا بنارس میں ۳۰ کتابیں شائع ہوئیں۔ یہہ ایک دلچسپ حقیقت ہے کہ ادھر تو وزیر تعلیم یہہ بتاتے ہیں کہ ۱۹۴۷ع سے ۱۹۵۰ع تک تمام اترپردیش میں صرف ۱۲۰ اردو کی کتابیں شایع ہوئیں اور ادھر بعض ایک شہر بنارس کے متعلق ہمارے سامنے جو اعداد ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ۵ سال میں وہاں سے دوسو سے زیادہ اردو کی کتابیں شایع ہوئیں۔ اس طرح ہمارے اور وزیر تعلیم کے اعداد میں سینکڑوں کا تفاوت نظر آتا ہے۔ پھر بھی اگر ہم تسلیم کرلیں کہ اردو کی کتابوں کی اشاعت ۱۹۴۷ع سے آج تک بہت کم ہوگئی ہے تو اس سے صرف وہی ایک بات ثابت ہوتی ہے کہ ان چند سالوں میں اترپردیش کے حالات اردو کے لئے ناسازگار بنادے گئے ہیں اور یہہ حقیقت ہماری شکایتوں کی تصدیق کرتی ہے۔ اسمبلی کے مباحثہ کے دوران میں بعض ممبروں نے اردو کے متعلق حکومت کی بے توجہی کا شکوہ کرتے ہوئے ہندستانی ایکڈمی اور اردو اہل قلم کو انعامات دینے والی کمیٹی کی مثالیں پیش کیں۔ انکا کوئی جواب وزیر تعلیم نے نہیں دیا۔ اور غالباً کوئی جواب تھا بھی نہیں جو دیا جاتا۔

’اس بحث کی حقیقی بنیاد کچھہ نہیں‘

پنڈت جواہرلال نہرو نے پارلیمنٹ ممبروں کے اجلاس کو مخاطب کرتے ہوئے چند اصولی باتیں کہیں۔ پنجابی اور ہندی کے جھگڑے کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا وہ بڑی حد تک اردو کے مسئلہ پر بھی حاوی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ انکی سمجھہ میں ہندی اور پنجابی کی یہہ بحث نہیں آتی۔ اور اس بحث کا تعجب انگیز پہلو یہہ ہے کہ فریقین باوجود شدومد کے اس بحث کو اردو زبان میں جاری رکھتے ہیں۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس بحث کی حقیقی بنیاد کچھہ نہیں۔

تاریخ حکومتوں کی زبردستی اور ظلم کی بہت سی مثالیں پیش کرتی ہے لیکن کبھی کوئی حکومت کسی زندہ زبان کو نہیں دبا سکی، چاہے اس نے کتنی زبردستی کی ہو اور نہ یہہ ممکن ہوا کہ کوئی ہمدرد حکومت کسی زبان کو ترقی دے سکی ہو۔ لازمی طور پر زبانیں صرف عوام کے استعمال کرنے ہی سے ترقی کرتی ہیں۔

> میری رائے میں ہندستان کی کسی علاقائی زبان کو ہندی کا مقابلہ نہ کرنا چاہئے اور نہ ہندی کو علاقائی زبانوں کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ میں یہہ چاہتا ہوں کہ تمام زبانوں کو ترقی کرنے کے منصفانہ اور مساوی مواقع ملیں۔

پنڈت جی نے کہا کہ کسی حالت میں بھی کسی علاقہ میں مادری زبان کو نظر انداز نہ کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ ایسا کرنے سے اس علاقے کے بچوں کا نمو رک جائیگا۔

ہلکے ہلکے اشارے

ایک خبر کی سرخی ہے:۔

"انجمن ترقی اردو سے"

اور خبر حسب ذیل ہے:۔

"اس خبر رساں ایجنسی نے حال ہی میں سب سے پہلے یہہ خبر دی ہے جس میں کہ مسلمانوں پر ایک غیر مسلم لڑکے کو زبردستی مسلمان بنانے کی کوشش کرنے کا الزام لگایا ہے خبر کی عبارت ہی کچھہ اس قسم کی ہے کہ اس کو پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہہ خبر گھڑی گئی ہے اور معمولی سے مذاق یا اس قسم کی اوچھی حرکت کو فرقہ وارانہ رنگ دینے کی کوشش کی گئی ہے خبر کی عبارت یہہ ہے۔" وغیرہ وغیرہ

یہہ "انجمن ترقی اردو" غیر مسلم لڑکے کو زبردستی مسلمان بنانے کے معاملہ میں کدھر سے ٹپک پڑی' یہہ بات ہمیں ہمارے معاصر انقلاب (بمبئی) کے ایڈیٹر ہی بتا سکتے ہیں! کچھہ ایسی بات معلوم ہوتی ہے کہ ادارتی دفتر میں یہہ اصول تو پسندیدہ نہیں کہ جب کسی خبر کے لئے کوئی اچھی سرخی نہ آئے تو انجمن ترقی اردو کا نام لکھہ دو!!

حیدرآباد کی یہہ خبر ہے کہ:۔

پچھلے اپریل میں قانون کے امتحانوں کے امیدواروں کو اس بات کا اختیار دیا گیا تھا کہ پرچوں کے جوابات یا تو انگریزی میں دیں یا ہندستانی میں۔ اکتوبر ۱۹۵۱ء میں ہونے والے خصوصی امتحانات کو اس بات کا اختیار حاصل رہے گا۔ ہندوستانی زبان میں جوابات یا تو دیوناگری رسم الخط میں تحریر کئے جاسکتے ہیں یا اردو رسم الخط میں ۱۹۵۲ء میں اور اس کے بعد ہونے والے امتحانات صرف انگریزی میں منعقد ہونگے اور اس وقت پرچوں کے جوابات دینے کا یہہ اختیار کہ یا تو انگریزی میں دیے جائیں یا ہندوستانی میں امیدواروں کو حاصل نہیں رہے گا۔

ہائے انگریزی! کیا عجب بات ہے کہ اردو اور ہندستانی کا بدل انگریزی ہوسکتی ہے فرانسیسی ہوسکتی ہے' لاطینی ہوسکتی ہے' شاید عبرانی اور سریانی بھی ہوسکے! لیکن ہر حال میں یہہ شرط ہے کہ اردو باقی نہ رہے۔ ہندی کا رواج ممکن نہ بھی ہو تو پھر انگریزی اسکا بدل ہے' مگر اردو نہیں!! عقل کی کمی اور تنگ نظری کا یہہ کیسا بھانڈا پھوڑا جارہا ہے!

حیدرآباد کی دوسری خبر یہہ ہے کہ:۔

ڈاکٹر بارگانکر نے یہہ تحریک پیش کی کہ بلدیہ کے اجلاس کی کارروائی اردو کے بجائے انگریزی میں ہو!

—انگریز کے جانے کے بعد انگریزی زبان سے الفت کے جو مظاہرے ہورہے ہیں' انکا سبب صرف ہندی کی کمزوری ہے' جسے تسلیم تو نہیں کیا جاتا' لیکن چونکہ وہ اس وقت اس قابل نہیں کہ حیدرآباد میں اردو کی جگہ لے سکے صرف اسی لئے انگریزی کو آگے بڑھایا جارہا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اردو کم بخت جمی رہے! کچھہ سمجھہ میں نہیں آتا کہ آخر ہندی کی محبت اردو کی دشمنی کیوں بن جاتی ہے! حیدرآباد میں اگر ہندی زبان مقبول اور "چالو" نہیں تو اس میں اردو بیچاری کا کیا قصور ہے! احساس کمتری کا یہہ پہلو کسقدر مضحکہ انگیز ہوتا اگر خطرناک نہ ہوتا!!

—حیدرآباد کی حکومت نے انگریزی اور اردو اصطلاحات کو ہندی میں منتقل کرنے کی بہت دلچسپ کوشش فرمائی ہے۔ چنانچہ دفتر کو ہدایت کی گئی ہے کہ موجودہ اصطلاحات کے بجائے حسب ذیل الفاظ استعمال کئے جائیں:۔

کمشنر	آیکت
انسپکٹر	بیچالک
ناظم	ادھکشک

مہتمم	دیوستھا چلک
انجینیر	ادھی شاشی
سکریٹری	ابو چلک
ڈپارٹمنٹ	ہروی بھاگ
انسپکٹر جنرل	مہا پنکشک
جاگیر اینڈ منسٹریٹر	جاگیر شاسک
ہسپتال	چکتسالیہ
فینانس سکریٹری	سیجوانک وی بھاگ

وغیرہ وغیرہ ۔ مشتے نمونہ از خروارے!

انجمن کی خبریں

پٹنہ

ریاست بہار کے حامیان اردو کی محبت آمیز مسلسل دعوتوں اور پیہم اصرار پر ۱۰ اکتوبر کی شب میں جناب قاضی محمد عبدالغفار صاحب جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) پٹنہ تشریف لائے۔ اسٹیشن پر بہار ریاستی انجمن ترقی اردو کے صدر پروفیسر ڈاکٹر لطیف الرحمن صاحب ایم۔ ایل اے۔ جنرل سکریٹری غلام سرور صاحب اڈیٹر "ساتھی"، جوائنٹ سکریٹری بیتاب صدیقی اڈیٹر "طوفان"۔ نیز ارباب حلقہ ادب کے علاوہ دوسرے معززین شہر نے موصوف کا شاندار خیر مقدم کیا دوسرے دن ۱۱ اکتوبر کو قاضی صاحب موصوف کی قیام گاہ آنریبل ڈاکٹر سید محمود صاحب کی کوٹھی پر بہار ریاستی انجمن ترقی اردو کے ارکین پروفیسر اختر اورینوی، مظہر امام صاحب ایم۔ ایل۔ اے، مولانا نوراللہ ایم ایل اے ۔ ابوالاحد محمد نور ایم ایل اے۔ مولانا ریاست علی ندوی پرنسپل مدرسہ شمس الہدیٰ او دوسرے اصحاب نے ملاقات کی ۔ اس کے بعد حلقہ ادب بہار کے اراکین کے ایک وفد نے قاضی صاحب سے علاقائی زبان کے مسئلہ پر تبادلہ خیال کیا ۔ اور حلقہ کی طرف سے عصرانہ کی دعوت پیش کی ۔

تعمیر ادب اور معمار ادب کے نمایندوں نے بھی قاضی صاحب سے زبان کے مسئلہ پر گفتگو کی ۔ ۵ بجے شام کو حلقہ ادب بہار کے نمایندوں کی طرف سے عصرانہ اور اڈریس دیا گیا ۔ جس کے جواب میں ایک مختصر تقریر قاضی صاحب نے فرمائی ۔ اور ان تمام اشاروں کے تسلی بخش جوابات دیے جو اڈریس میں زبان کے متعلق کئے گئے تھے ۔ عصرانہ میں حلقہ ادب کے اراکین کے علاوہ شہر کے بیشتر معززین شریک تھے ۔

۱۲ اکتوبر کو ۱۰ بجے دن سے ایک بجے تک قاضی صاحب نے خدابخش خاں کی لائبریری کے نوادر اور جالون کلکشن کی مختلف چیزیں اور نایاب قلمی کتابیں ملاحظہ فرمائیں ۔ مسٹر جالون ایک مشہور مالدار بزرگ ہیں جنہوں نے دنیا کی مختلف نایاب اور نادر چیزیں جمع کی ہیں افسوس ہے کہ ان چیزوں کی کوئی فہرست ابھی تک مرتب نہیں ہوسکی ہے ۔ ورنہ یہ ذخیرہ اور بھی قیمتی سمجھا جاتا ۔

دوسرے دن حسب پروگرام دس بجے دن میں قاضی صاحب موصوف نے لیڈی الیس امام سے ملاقات کی اور دیر تک مختلف مسائل پر تبادلہ خیال کیا ۔ ۱۱ بجے دن میں آنریبل عبدالقیوم انصاری سے ملاقات کی جو علیل تھے ۔

۱۲ بجے دن سے ایک بجے دن تک آپ نے قاضی عبدالودود صاحب سے ملاقات کی ۔ ۴ بجے شام کو پروفیسر عبدالمنان صاحب کے مکان پر قاضی سعید اور دوسرے اصحاب سے ملاقات فرمائی یہاں قاضی صاحب نے پٹنہ کے حامیان اردو کی دونوں جماعتوں کو متحد ہو کر کام کرنے کا مشورہ دیا ۔ ۵ بجے شام کو عصرانہ میں شرکت کی غرض سے تشریف لے گئے جو بہار ریاستی انجمن ترقی اردو کی طرف سے ترتیب دیا گیا تھا ۔ اس عصرانہ میں ریاست بہار کے تمام مشہور مقامات سے آئے ہوئے نمائندے ۔ اخباروں کے نامہ نگار ۔ اڈیٹر اور شہر کے ممتاز اصحاب شریک تھے ۔

۷ بجے شب میں بہار ریاستی انجمن ترقی اردو کی طرف سے انجمن اسلامیہ ہال میں آپ کو اڈریس پیش کیا گیا - اور کھلے اجلاس میں زبان کے مسئلہ پر غلام قادر سروری اور دوسرے اصحاب نے تقریریں کیں - پٹنہ کے زمانہ قیام میں قاضی صاحب بہت مصروف رہے اور اپنے معالج خاص کی ہدایات کے باوجود وقت کی پابندی کا لحاظ نہ رکھ سکے - جسکا اثر یہ ہوا کہ شب میں جلسہ گاہ سے آنے کے بعد قلب کا دورہ پڑ گیا -

واپسی میں موصوف بنارس میں یوم پریم چند کی صدارت فرمانے والے تھے اور ایک عام جلسہ میں جو نیشنل ہائر سیکنڈری اسکول کے اراکین کے اہتمام میں ہونے والا تھا اور اسکا عنقریب پہلے اعلان ہو چکا تھا علاقائی زبان کے مسئلہ پر تقریر فرمانے والے تھے - مگر آپ کی اچانک علالت کی وجہ سے یہ تمام پروگرام ملتوی کر دیا گیا - موصوف پٹنہ سے براہ راست علی گڈھ تشریف لے گئے -

تقریر

بہار ریاستی انجمن ترقی اردو کی کونسل کو مخاطب کرتے ہوئے قاضی صاحب نے خیر مقدم اڈریس کا شکریہ ادا کرنے کے بعد بعض امور کے متعلق جنکا ذکر بہار ریاستی انجمن کے سکریٹری کی رپورٹ میں آیا تھا اپنے خیالات ظاہر کئے اور فرمایا کہ مرکزی انجمن اپنی شاخوں کو اگر وہ تعمیری اور مفید کام کریں ضرور امداد دیگی بشرطیکہ خود شاخیں بھی اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی کوشش کریں - بہار میں زبان کی تحریک کا ذکر کرتے ہوئے قاضی صاحب نے ریاستی انجمن کی جدوجہد کو سراہا اور فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علی گڈھ کے بعد اب ہماری تحریک کا سب سے بڑا مرکز بہار ہی ہوگا - مرکز سے شاخوں کے الحاق کے متعلق موصوف نے فرمایا کہ جو شاخ بھی کام کرے گی اور اپنی جد وجہد کا کوئی نتیجہ دکھانے کی وجہ سے مرکز سے ملحق ہو سکتی ہے - مرکز اور عمل کو دیکھتا ہے - سکریٹری کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ ریاستی انجمن نے ایک دن ضائع کئے بغیر اپنی تحریک کو پوری ریاست میں بڑھایا اور وہ مبارکباد کی مستحق ہے - زبان کی حفاظت اور ترقی کے متعلق قاضی صاحب نے کہا کہ یہ معاملہ ایسا نہیں ہے جس میں کسی قوت سے کوئی سمجھوتہ کیا جا سکے - اردو کو علاقائی زبان تسلیم کرانے کی کوشش ایک بنیادی سوال ہے ہم جب ہندی کو سرکاری زبان تسلیم کرنے یہ کوشش کر رہے ہیں کہ اردو والے بھی پورے ذوق شوق کے ساتھ سرکاری زبان سیکھیں تو ساتھ ہی یہ بھی ہمارا دستوری حق ہے کہ ہم اردو کی علاقائی حیثیت کو تسلیم کرائیں - قاضی صاحب نے اپنی تقریر میں اس جدوجہد کا بھی ذکر کیا جو اتر پردیش میں اردو زبان کی تعلیم میں پیدا کی ہوئی رکاوٹوں کے خلاف کی جا رہی ہے - انہوں نے حاضرین سے اپیل کی کہ شکست خوردگی، احساس شکست اور فرار کی کیفیت کو دماغوں اور دلوں پر حاوی نہ ہونے دیں اور ہندوستان کے وفادار شہریوں کی طرح اپنے دستوری حقوق کے لئے مردانہ وار میدان میں آئیں -

---

پھولروا

قاری محمد تجمل حسین صاحب سکریٹری انجمن ترقی اردو پھولروا تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خیر پھولروی کی سعی کا نمایاں نتیجہ مدرسہ درونیہ ہے اس مدرسہ میں اردو اور عربی ناظرہ کی تعلیم دی جا رہی ہے ایک مدرس قاری اس خدمت کے انجام دینے کے لئے مقرر کئے گئے ہیں بالفعل اس مدرسہ میں ۵۰ طلبا تعلیم پا رہے ہیں جن میں ۳۰ لڑکے اور ۲۰ لڑکیاں ہیں - اسکول نسواں ابھی مالی کمزوری کی وجہ سے الگ نہیں کیا جا سکا - علاوہ اس کے ۹ طلباء بیرونی حفظ قرآن پڑھ رہے ہیں - ۱۰ انجمن کے عنوان

اکثر دیہات میں کیشت کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں جنداز لی ہو رہے بشن باورہ۔ رتی بار میں تین مکتب جاری کرائے گئے ہیں۔

جناب خیر صاحب کی موجودگی میں ایک ادبی جلسہ بصدارت جناب بابو رحمت اللہ صاحب رئیس بھوروا ہوا تھا۔ جس میں طے پایا تھا کہ ایک اسکول نسواں اور درس بالغان کا انتظام کیا جائے۔ چنانچہ درس بالغان اوسی وقت سے جاری کر دیا گیا۔ بعد نماز مغرب ۲ گھنٹے جاری رہتا ہے۔ جس میں مذہبی مسائل و درس قرآن اور اردو کا ڈھنگ بتایا جاتا ہے۔ اسکول نسواں ابھی الگ نہیں ہے۔

خورجہ

حکیم سید عبدالحمید کلام صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ یوپی میں اردو کو علاقائی زبان تسلیم نہ کئے جانے کے متعلق انجمن ترقی اردو خورجہ کا ایک ہنگامی اجلاس زیر صدارت جناب مولانا خیر بھوروی صاحب نمائندہ خصوصی انجمن ترقی اردو ہند منعقد ہوا جسمیں وزیر تعلیم بابو سمپورنانند کے اس خیال کی تردید کی گئی کہ اردو یوپی کی زبان نہیں ہے۔ اور جلسہ نے اپیل کی کہ اب وقت آگیا ہے کہ سب سے اہم اور ضروری مسئلے کو حل کرنے کے لئے جدوجہد شروع کی جائے۔ قرار پایا کہ:۔ انجمن کا یہہ اجلاس مرکزی انجمن ترقی اردو ہند کے جنرل سکریٹری صاحب کو یقین دلاتا ہے کہ وہ اردو کو علاقائی زبان تسلیم کرانے کے سلسلے میں جو بھی اقدام کریں گے خورجہ کی انجمن کے اراکین آن کو اگلی صفوں میں ملینگے۔

ان تجاویز کو پیش کرتے ہوئے جناب تنویر سکریٹری انجمن ترقی اردو خورجہ نے ہندوستان میں بولی جانیوالی زبانوں اور آن زبانوں کے متعلق جو دستور میں علاقائی زبانیں تسلیم کی گئی ہیں ایک مفصل بحث فرمائی اور تاریخی شہادتوں سے ثابت کیا کہ اردو ہی ایسی زبان ہے جو نہ صرف یوپی بلکہ ملک کے آن گوشوں میں بھی بولی سمجھی جاتی ہے جہاں علم وتہذیب کی روشنی ابھی نہیں پہونچی ہے۔

بلند شہر

سکریٹری صاحب شاخ انجمن اطلاع دیتے ہیں کہ ۲ اکتوبر سنہ ۱۹۵۱ع کو ایک جلسہ منجانب انجمن ترقی اردو زیر صدارت محمد سلطان صاحب منیجر مسلم ہائر سکنڈری اسکول منعقد ہوا جس میں وزیر تعلیم یوپی کی حالیہ تقریر پر جو انہوں نے یوپی اسمبلی میں کی تھی اور جس میں کہا تھا کہ اردو یوپی میں کہیں بھی نہیں بولی جاتی ہے افسوس کیا گیا اور اپیل کی گئی کہ حامیان اردو اپنی جد و جہد سے اردو کے واسطے جو کچھ قربانی کر سکتے ہیں کریں اور اس بیان کی عملاً تردید کریں۔

—:—:—

محبوب نگر (دکن)

رام ریڈی صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ وکیل اطلاع دیتے ہیں کہ :- ۳۰ ستمبر ۱۹۵۱ع کو منعقدہ خصوصی جلسہ مشاورت میں بہ اتفاق ایک قرارداد نسبت قیام شاخ کل ہند انجمن ترقی اردو منظور ہوئی ہے انجمن ھذا کی سرپرستی کے لئے عالی جناب سی شیش گر راؤ صاحب بی اے کلکٹر ضلع محبوب نگر سے درخواست کی گئی ہے۔ مقامی طور پر ایک مجلس انتظامیہ بھی تشکیل دی گئی ہے جو حسب ذیل حضرات پر مشتمل ہے۔

(۱) جناب عبدالرزاق خان صاحب صولت بی اے ایل ایل بی۔ صدر (۲) جناب ایکو وچنیا صاحب نائب صدر (۳) جناب یم پرام ریڈی صاحب بی۔ ایس۔ سی ایل۔ ایل۔ بی معتمد (۴) جناب محبوب علی صاحب نصرت فاروقی نائب معتمد اور آٹھ اراکین انتظامی ہیں۔

—:o:—:o:—

اپنے دیس کی خبریں

پٹنہ

صفدر امام صاحب جنرل سکریٹری اطلاع دیتے ہیں کہ "حلقہ ادب بہار" شاخ پٹنہ کی ایک اہم اور غیر معمولی نشست بتاریخ ۲۲ ستمبر بمقام انجمن اسلامیہ ہال زیر صدارت جناب قمرالتوحید صاحب بی اے آنرز منعقد ہوئی۔ اس جلسے میں ہندوستان کے مقتدر اور معروف و مشہور ادباء مولوی مہیش پرشاد، ابو سعید بزمی اور جناب حسن عسکری صاحبان کی موت پر اظہار تاسف کیا گیا۔ تمام حاضرین جلسہ نے دو منٹ تک خاموشی اختیار کی۔

سب سے پہلے جناب رفعت بلخی صاحب نے اپنا افسانہ "موت کے سائے میں" سنایا۔ اس افسانہ پر تنقید و تبصرہ کے بعد جناب اسد حسین صاحب نے اپنا مقالہ "اردو شاعری میں عورتوں کا حصہ" پڑھا۔ اس مقالے پر بھی کافی رائے زنی کی گئی۔ جناب سعید اختر، جناب غلام سرور، جناب شہزاد حسین صاحبان نے اس مقالے پر تنقید و تبصرہ میں حصہ لیا اور مقالے کو اور زیادہ بسیط بنانے کی رائے دی گئی۔ آخیر میں جناب محمد قاسم صاحب نے اپنا افسانہ "تشنگی" سنایا۔

اس کے بعد صدارتی تقریر ہوئی۔ صدر نے نئے آنے والے ممبروں کا خیر مقدم کیا۔

بزم ادب پٹنہ کالج پٹنہ کے معتمد و نائب معتمد برائے سال رواں کا انتخاب ۲۸ ستمبر سنہ ۱۹۵۱ع کو عمل میں آیا اور مندرجہ ذیل حضرات منتخب کئے گئے۔ جناب سعید اختر صاحب معتمد۔ جناب صفدر امام صاحب سال چہارم نائب معتمد۔

—

بنگلور

مجلس ادب بنگلور کے دو پندرہ روزہ اجلاس ۱۶ اور ۳۰ ستمبر سنہ ۵۱ع کو انجمن ترقی اردو بنگلور کے دفتر میں ہوئے۔ پہلے اجلاس کی صدارت ملک کے نوجوان ادیب عالیجناب قادر حسین شاہین صاحب بی ایس سی بی اے (فائنل) نے فرمائی جس میں جناب راؤ انند صاحب نے اپنا افسانہ "دکھاوا" اور جناب محمود شریف صاحب (نائب معتمد) نے "پہلا قدم" پڑھا۔ نظموں میں جناب حکیم محمد امام ربانی صاحب اور جناب

جناب محمود شریف صاحب نے حصہ لیا حضرت فضا حیدر آبادی تلامیذ حضرت داغ دہلوی اور جناب مظہر امید صاحب نے غزلیں سنائیں دوسرے اجلاس کی صدارت مشہور ادیب و شاعر جناب مظہر امید صاحب نے فرمائی جسمیں جناب مختار بدری صاحب نے افسانہ "احساس فرض" اور جناب محمود شریف صاحب نے مقالہ "آرٹ کیا ہے" ٹالسٹائی کا ترجمہ پڑھکر سنایا۔ حکیم محمد امام صاحب امامی نے نظم پڑھی اور حضرت فضا حیدرآبادی منشی اجل بنگلوری اور ثمر صاحب بنگلوری نے اپنی منتخب غزلیں سنائیں اور ان سب مضامین پر کافی تنقید کی گئی۔

مراداباد

۱۲ اکتوبر سنہ ۱۹۵۱ کو دفتر انجمن بقائے ادب میں ایک جلسہ مشہور و معروف ادیب و افسانہ نویس آنجہانی حضرت پریم چند کی سولھوین برسی کے سلسلہ میں زیر صدارت جناب گریش چندر صاحب سکسینہ بی اے منعقد ہوا جس میں جناب محمد عقیل صاحب نے منشی پریم چند کی زندگی پر ایک مفصل و مدلل تبصرہ فرمایا۔ نیز جناب ماسٹر مظفر بیگ صاحب فایق "منشی کامل" کا مقالہ بعنوان "ہندوستان کا پہلا ترقی پسند افسانہ نویس" بہت پسند کیا گیا۔ آخیر میں جناب حبیب الرحمن خان صاحب سائل مرادآبادی نے آنجہانی پریم چند پر نظم سنا کر سامعین کو محظوظ فرمایا۔

یو-پی کے اردو داں طلبا متوجہ ھون

طلباء اردو کی سہولت کے پیش نظر طالبعلموں اور اردو کے مفاد میں گورنمنٹ ایجوکیشنل کوڈ سے ایک سرکلر کا ترجمہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے تاکہ صحیح صورت حال منکشف ہوسکے اور منشاء قانون باآسانی ذہن نشین ہوجائے

ترجمہ سرکلر

منجانب شری جے-کالے-ایم-اے-ایل ٹی سکریٹری بورڈ ثانوی تعلیم اترپردیش بنام صدر مدرس صاحبان ادارہ ھاے منظور شدہ برائے امتحانات ھائی اسکول نمبر بی/۹۸/۳۰۹۰/ڈی ۱۹ مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۵۰ ع

جنابمن - مجھے یہہ لکھنے کی ھدایت کی گئی ھے کہ ضابطہ ھاے بورڈ جو ۱۹۵۲ ع کے پراسپکٹس میں درج ھیں آنکے باب ۱۲ کے ضابطہ ۷ کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل اقسام کے امیدوار ھائی اسکول امتحان ۱۹۵۲ ع وما بعد اگر چاھیں تو سوالات کے جواب بزبان انگریزی یا اردو دے سکتے ھیں۔

۱- وہ امیدوار جن کی مادری زبان ھندی کے علاوہ کوئی دوسری زبان ھے۔

۲- وہ امیدوار جن کی مادری زبان ھندی نہیں ھے اگرچہ آنھون نے ھندی کا اعلی کورس بہ حیثیت ایک جدید ھندستانی زبان کے لیا ھے۔

توقع ھے کہ اس واضح اعلان کے بعد اردو طلباء کے ساتھ نا انصافی نہیں کی جائیگی اور اردو طلباء کو اردو میں جواب لکھنے کی صورت میں مجبور نہیں کیا جائے گا کہ وہ درخواستوں کے ذریعہ اجازت حاصل کریںکی الجھنون میں مبتلا ھوں۔

محمد احسان حسین
سکریٹری
اردو کالیج امروھہ

نئی کتابیں

ستاروں سے ذروں تک

ہماری زبان کے پڑھنے والے "یکران" کے مصنف جگن ناتھ آزاد سے ناواقف نہیں ھیں۔ "ستاروں سے ذروں تک" آنھی کے کلام کا دوسرا مجموعہ ھے۔ جو آج کل بہت زیادہ مقبول ہو رہا ھے۔ کسی شاعر کی ایکا ایکی اس قدر مقبولیت اور شہرت بڑی خطرناک ہوتی ھے اور اچھے خاصے ذہین لوگ اپنے امکانات کی

طرف سے غافل ہو جاتے ہیں۔ لیکن جگن ناتھ آزاد کی طرف سے یہہ خطرہ اس لئے نہیں ہے کہ ان کے یہاں ایک طرح کا توازن اور ٹھہراؤ ملتا ہے۔ ہیجان کے بجائے اُن کے کلام میں توازن زیادہ ہے۔ مگر اس اعتدال سے بعض لوگ خوش نہیں ہیں جیسا کہ ایک تبصرہ نگار نے لکھا ہے۔

"جہاں ان کے صحت مند نقطۂ نظر اور شگفتہ انداز بیان کا احساس ہوتا ہے وہاں یہہ بات بھی کھٹکتی ہے کہ آزاد نے ابھی تجربات کی وہ پختگی اور احساس کا وہ انوکھا پن نہیں سیکھا جو معنی خیز اظہار کی طرف لے جاتا ہے"۔

آزاد کے یہاں تجربات کے ناپختہ ہونے کی وجہ سے یہہ کمی نہیں واقع ہوئی ہے بلکہ بہت کچھہ ان کی شخصیت اور ان کے مزاج کے دھیمے پن کا اثر بھی ان کی شاعری پر پڑا ہے۔ یوں تو ان کی عمر اور ان کی زندگی کے تجربات کم نہیں ہیں لیکن شاعری میں انفرادیت اور بقول فراق آفاق کو تلا اسی وقت لپکتا ہے جب شاعر حیات و کائنات کے مسائل پر حاوی ہو سکے اور اس کے وہاں دھیمے پن اور صلح جویانہ انداز کی کشمکش ملتی ہو۔ یزداں و اہرمن کی کشمکش اور انسان و خالق کائنات کے تصادم سے اقبال کی فکر کو وہ عظمت اور شادابی ملی جس نے اُن کی شاعری کو طاقت اور توانائی بخشی۔ لیکن اقبال بڑے خوش نصیب تھے جن کو اپنی زندگی ہی میں عظمت کی سند مل گئی۔ ورنہ غالب جیسا عظیم المرتبت شاعر بھی عمر بھر "غریب شہر سخنہائے گفتنی دارد" کی صدا لگاتا رہا۔

جگن ناتھہ آزاد سے اس قسم کی شاعری کا مطالبہ کرنے کے بجائے اُن کے مزاج اور اُن کی شخصیت کا تجزیہ کیا جائے تو اُن کی شعریت اور بخصوص نرمی و سپردگی کی داد دینی ہی پڑے گی۔ یہہ شعریت بھی اس دور میں کیسے نصیب ہوتی ہے۔ غم جاناں اور غم دوراں کی کشمکش نے موجودہ دور کے نوجوانوں کی زندگی کو ایک زہر بھرا جام بنا دیا ہے۔ لیکن یہہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ آزاد نے ان دونوں غموں کی سرحد سے نکل کر ایک تیسرے غم کو اپنا لیا ہے۔ یہہ اور بات ہے کہ اس تیسرے غم کا کوئی واضح شعور ان کے پاس نہیں ہے۔

غم جاناں سے بھی آگے غم دوراں سے بھی آگے
ایک ایسا غم بھی ہے الفاظ میں جو آنہیں سکتا

آزاد میں فنی رکھہ رکھاؤ اور احتیاط بہت ہے۔ یوں تو شاعری ان کو وراثت ہی میں ملی ہے لیکن انہوں نے خود بھی زبان و محاورہ پر توجہ کی ہے اور اپنی شاعری کو اغلاط سے پاک رکھا ہے اور اس "خوش گوار" اسلوب کو اختیار کیا ہے جو جدید شاعری کے پیشروؤں کے وہاں ملتا ہے گئی۔ جگہہ اقبال کے انداز بیان کو بھی بہت خوبی سے انہوں نے اپنایا ہے۔ غرضکہ بہ حیثیت مجموعی آزاد کی شاعری سے اردو زبان و ادب میں ایک خوشگوار اضافہ ہوا ہے۔

ملنے کا پتہ مکتبہ شاہراہ دہلی

قیمت دو روپیہ بارہ آنے

به اہتمام عزیز حسین منیجر نیشنل پرنٹرس کمپنی میں چھپا اور قاضی عبدالغفار صاحب پبلشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڈھ سے شائع کیا۔